رضی اللہ عنہ

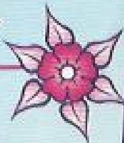
شانِ امیر معاویہ

و

ممانعت تصویر جاندار

تحریر

حضرت مولانا ابو محمد دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری





رضا اکیڈمی لاہور

تَنْوِیْرُ الْعَیْنَیْنِ عَنْ غِشَاوَۃِ التَّصَاوِیْرِ وَتَوْھِیْنِ الْاَمِیْرَیْنِ

شانِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

ممانعتِ تصویرِ جاندار

تحریر

امام المحدثین امام اہل سنت حضرت مولانا ابو محمد محمد دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری
رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق امیر مرکزی حزب الاحناف، لاہور

ناشر

رضا اکیڈمی، لاہور

سلسلہ کتب 227

نام کتاب: .... شانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و ممانعت تصویر جاندار

مصنف: .... امام المحدثین مولانا علامہ سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ
محدث الوری ثم لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریک و ترتیب: .... محمد عبد الحکیم شرف قادری جامعہ اسلامیہ، لاہور

تصحیح: .... حافظ محمد شاہد اقبال دار العلوم انجمن نعمانیہ، لاہور

اشاعت ثانی: .... ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ / جنوری 2005ء

صفحات 48

ناشر: .... رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی

مطبع: .... احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر
طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440

لاہور نمبر ۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

اظہار واقعہ

جب کہ حضرت مخدوم العصر، وحید الدہر، حجۃ الاسلام، امام اہل سنت، ماحی بدعت، قبلہ و کعبہ، والد ماجد، مولانا مولوی سید حاجی ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف، ہند، لاہور انجمن نعمانیہ میں بعہدۂ صدر مدرس رونق افروز تھے جس کو تقریباً آج سولہ سترہ برس گزرتے ہیں، ایک مضمون اخبار ''الہلال'' میں حضرت ممدوح نے ملاحظہ فرمایا جو ابوالکلام آزاد صاحب کی طرف منسوب تھا۔ اس میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تاریخی واقعات سے سخت سخت ناگفتہ بہ الزامات تھے اور روانی تحریر میں لکھتے لکھتے آزاد صاحب نے اس مضمون کو یہ کہہ کر قوت دی تھی کہ ہم کہاں تک تاریخ پر پانی پھیریں؟۔

حضرت ممدوح نے بغرض ہدایت وتذکیر آزاد صاحب کو یہ مضمون لکھ کر روانہ کیا اور اس میں بتایا کہ اگر آپ قرآن کریم واحادیث کو تاریخ سے مقدم مانتے ہیں تو لامحالہ ہر اس تاریخی خبر پر پانی پھیریں گے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوگی اور قبل دلائل براءت امیر تحریر فرمانے کے خود آزاد صاحب کو متنبہ کیا تھا کہ آپ آیات قرآنی کے ساتھ تصاویر جو بھرتے چلے جا رہے ہیں، کیا یہ شریعت مطہرہ کے نزدیک جائز ہے؟ مانا کہ آپ آزاد اور ابوالکلام ہیں، مگر ایسی بھی کیا آزادی کہ جس چیز سے اسلام اور بانی اسلام اس قدر نفرت کریں کہ علی الاعلان فرمائیں:

لَاتَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ اَوْ تَصَاوِیْرُ

''فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں۔''

اسے آپ انہیں فرمان اور قرآن کے ساتھ ساتھ اپنے جریدہ میں شائع کریں اور تصویر فروشی کا بھی خیال دل میں نہ لائیں۔

مگر چونکہ اس زمانہ میں وہ پرچہ کسی وجہ سے ضبط ہوگیا۔ الہلال میں شائع نہ ہوسکا۔ لیکن اراکین انجمن نعمانیہ نے اسے اپنے ماہواری رسالہ میں طبع کرادیا تھا۔ چونکہ وہ اشاعت محدود اور بغایت محدود تھی، کسی کے پاس پہنچا، کہیں نہ پہنچا۔ اب جبکہ اراکین بزم تنظیم نے اس

مضمون کو دیکھا تو ضرورتِ وقت کے لحاظ سے اس کی اشاعت کو مفید سمجھا، لہذا نذرِ ناظرین ہے۔

اشاعتِ سابقہ اور موجودہ میں صرف اتنا تبدل وتغیر ہے کہ اس وقت بصورت خط آزاد صاحب کو لکھا گیا تھا۔ اب بصورت رسالہ طبع ہوا ہے۔

امید ہے کہ ناظرین رسالہ کو اول سے اخیر تک ملاحظہ فرما کر فیصلہ کریں گے کہ جو لوگ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں محض تاریخ کی بنا پر اوندھی سیدھی ہانک دیتے ہیں۔ وہ کہاں تک حق بجانب ہیں اور جو لوگ اپنے مکانوں کو تصاویر سے مزین رکھتے ہیں، وہ کس حد تک اتباع سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر رہے ہیں؟ وما علینا الا البلاغ۔

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد عفی عنہ

خطیب مسجد وزیر خان، لاہور

نوٹ:۔ حضرت امام المحدثین مولانا سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ الوری رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۱۷ء میں لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے تھے، اس سے پہلے وہ دار العلوم انجمن نعمانیہ، لاہور میں تدریس فرماتے رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تحریر آج سے ۸۸ سال پہلے کی ہے، تاہم اس کی افادیت آج بھی برقرار ہے، اس لئے اسے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے، یہ قیمتی اور نایاب رسالہ اپنے ذخیرۂ کتب سے فراہم کرنے پر اراکین رضا اکیڈمی، شیخ القرآن مولانا علامہ علی احمد سندیلوی مدظلہ کے شکر گزار ہیں، مولائے کریم جل مجدہ العظیم انہیں اور اراکین رضا اکیڈمی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ امین

یاد رہے کہ حضرت امام المحدثین رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار قدیم حزب الاحناف، واقع چنگڑ محلہ اندرون دہلی دروازہ، لاہور میں ہے، حضرت غازیٔ کشمیر مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہما اللہ تعالیٰ آپ کے نامور فرزندانِ گرامی تھے۔

۱۸ر شوال ۱۴۲۵ھ

یکم دسمبر ۲۰۰۴ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

آج دنیا میں بڑے بڑے عالم، واعظ، ایڈیٹر، دین کے فدائی، اسلام کے شیدائی اپنی تقاریر میں نہایت دردمند لہجہ میں حمایتِ اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور خود امدادِ اسلام پر کمربستہ نظر آتے ہیں، اور پھر یہ ماتم ایک شہر ایک قریہ میں نہیں۔ بلکہ اغیار کے تشدد و مظالم کا مرثیہ گھر گھر میں پڑھا جارہا ہے۔ ہر واعظ، لیکچرار، لیڈر، مُبلِّغ یہی سنا رہا ہے کہ ہم غایتِ انحطاط میں آگئے ہیں۔ ہر طرف سے یہی صدا ہے کہ مسلمانو! ہوش میں آؤ۔ اب تمہاری ذلت و رسوائی حد کو پہنچ گئی۔ مگر آج تک کوئی یہ نہیں بتاتا کہ ہماری ذلت و رسوائی، ہماری خواری و بربادی اس درجہ پر پہنچ جانے کے باوجود ہم سب کس حق سے مدعی ایمان ہیں؟ جبکہ قرآن کریم میں صاف اور صریح لفظوں میں ارشاد ہے: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ یعنی تم ہمیشہ بلند و بالادست ہوگے، اگر تم مومن رہے۔

آج ہم اس کے برعکس دیکھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم جس قدر ترقی وارتقاء کی جدوجہد کرتے ہیں۔ اسی قدر قعرِ مذلّت میں پڑ رہے ہیں۔ اغیار ترقی دنیاوی میں ہم سے دور چلے گئے۔ اور ہم ہیں کہ بجائے ترقی کے دن بدن دینی و دنیوی ارتقاء میں پست ہوئے جارہے ہیں۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے عوام و خواص مومن نہیں رہے۔ اور ان کا دعوئ ایمانی غلط ہے؟ اس کے جواب میں اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو کہوں گا اور صاف کہوں گا، کہ اگرچہ ہم مومن ہیں اور یقیناً مومن ہیں، مگر چونکہ حبلِ متینِ شریعتِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے۔ اس وجہ سے ایمان کامل ہم میں نہیں رہا۔

اور اس کا سبب یہی نظر آتا ہے کہ بعض آمر بالمعروف وناہی عن المنکر افراد نے

احکامِ شرعی کی دعوت تو بدستور جاری رکھی مگر خود عامل نہ رہے، اور جو عامل آمر نہیں، ان کی طرف سے عوام میں وہ بدظنی پھیلادی کہ ان کی آواز کے لئے عوام کے پاس گوشِ قبول نہ رہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو ہو گئے، اسی وجہ میں ہم پر ذلت وادبار کی گھٹائیں چھا گئیں۔ ہر سمت سے ہم پر دشمنانِ اسلام کی یورشیں ہونے لگ گئیں۔ ورنہ ہم ہی مسلمان ایک دن وہ تھے کہ دشمن کے دل میں ہمارا وقار اور ہمارا رعب تھا۔ ہماری عزت وحرمت کی جاتی تھی۔

چنانچہ ابوالکلام آزاد صاحب جیسے مدعی حمایت اسلام کا اخبار ''الہلال'' ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ روز چہار شنبہ جب میری نظر سے گزرا تو جو میرا خیال تھا یقین کی حد تک پہنچ گیا۔ چنانچہ الہلال کے ٹائٹل پر تو آیت مذکورہ: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ درج تھی اور اندر صفحہ ۳ سے صفحہ ۷ تک ایک مضمون بعنوان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر درج تھا اور نہایت پرجوش طرز میں لکھتے لکھتے لکھنا شروع کیا کہ:

> ''امِ قدیمہ کی گمراہی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ یہ فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمیشہ علماء ورؤساء دین کے قبضۂ اقتدار میں رہا۔ اسی لئے جب تک وہ خود حق پر قائم رہے، ہدایت قائم رہی اور جب وہ گمراہ ہو گئے تو قوم بھی برباد ہو گئی۔ اسلام نے اس مرض کا یہ علاج تجویز کیا کہ امر بالمعروف ہر فردِ امت کا فرض قرار دیا۔ اور اس کی پوری ذمہ داری قوم پر پھیلادی، یعنی ہر مومن جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے، بمجرد اقرار اس کا عہد کرلیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو قیامِ حق اور انسداد باطل کا ذمہ دار سمجھے گا۔

اور لطف یہ کہ خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذمہ دار ہو کر اپنی ذات کے لئے عامل نہیں، چنانچہ میں نے ایک مضمون آزاد صاحب کو اس طرح لکھا اور بتایا کہ آپ کے اس مضمون سے میں بہت خوش ہوا۔ مگر باوجود اعتراف ہیچمیرزی وہیچمدانی چونکہ میں بھی

ایک فردِ امت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں، بایں وجہ کیا میرا یہ فرض نہیں کہ آپ جیسے شیدائیانِ قوم ومعاونینِ اسلام سے جو منکرات بصورت معروف ظہور میں آرہے ہیں۔ اگر انسداد نہ کرسکوں تو متنبہ بھی نہ کروں۔ اگرچہ میں کچھ نہ ہی بقول کسے:

صوفی ہوں، نہ رند ہوں، نہ واعظ۔ مگر دلدادۂ نام مصطفےٰ ہوں۔

اور پھر اگر میری تحریر وتحقیق میں کوئی خطا ہو تو اس سے مجھے مطلع کرنا، نہ صرف آپ کا فرض ہے۔ بلکہ ہر فرد مومن پر لازم وضروری ہے۔ اور میرے خیال میں کسی کی غلطی پر کسی کو مطلع کر دینا گناہ نہیں۔ بلکہ بموجب حدیث صحیح مسلم شریف جو آپ نے الہلال مذکورہ کے صفحہ ۶ پر نقل کی ہے ''کوئی بھی مسلمان اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سکوت کرے گا تو ضعیف الایمان کہلائے گا'' اور بموجب حدیث ترمذی شریف جو حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ''مردود الدعاء اور مستحق عذاب ہوگا۔'' چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی کے صفحہ ۳۵۶ پر اس طرح موجود ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوُنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّہٗ وَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ۔

(ترجمہ:) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے، البتہ! تم حکم کرتے رہو بھلی (اچھی) بات کا اور منع کرتے رہو بری بات سے، ورنہ قریب ہے کہ بھیجے گا اللہ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ تم پر اپنی طرف سے ایسا عذاب کہ پھر دعا مانگو گے اور قبول نہ ہوگی۔

اب غور کر لیجیے کہ ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چونکہ چھوڑ دیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہم پر وہ عذاب بصورت حملۂ مخالفین آرہے ہیں، اور باآنکہ ہم ان حملہ کنندگان کے مٹنے کی دعائیں کر رہے ہیں، مگر وہ نہیں مٹتے۔ فرمائیے کیا باعث ہے؟ یہی نا کہ آج بے

سوچے آپ جیسے آمر بالمعروف نے کہہ دیا کہ مطلقاً ہر فرد امت بلا حصول شعور امور دین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مستحق ہے۔ جس کے صریح معنی یہ ہوئے کہ علماء دین اور کتب مُدَوَّنہ محققین سب بیکار ہیں۔ یہ تحریک چونکہ خلاف قرآن حکیم ہے، لہذا میرا فرض ہے کہ میں آپ کو متنبہ کروں کہ پہلے قرآن کریم کا مطالعہ فرمائیں، پھر خامہ فرسائی کیلئے اسلام میں آئیں، ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

(ترجمہ:) اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ اُن کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔

جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ تمام مومنین تو جمع ہو کر فقاہت حاصل کرنے کو سفر نہیں کر سکتے۔ مگر ایک جماعت فقاہت حاصل کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی مجاز ہو سکتی ہے، تعجب ہے جس منصب کو جناب سبب گمراہی بتا رہے ہیں، قرآن کریم اس کا حکم فرما رہا ہے اور پھر نہ صرف ایک جگہ ارشاد ہے، بلکہ متعدد مقامات پر قرآن کریم یہی کہہ رہا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یعنی اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے روکے اور یہی گروہ مراد کو پہنچے۔

اس سے بھی وہی مدعا ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہونی چاہیے، تاکہ سب لوگ اس کے متبع ہو کر، اُس سے سیکھ کر، آپس میں ایک دوسرے کو سنائیں، سکھائیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ فتح الرحمن میں اس آیہ کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

''یعنی واجب بالکفایہ است کہ جمیع بامر معروف ونہی عن المنکر قیام نماید''

(واجب بالکفایہ ہے کہ سب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ قائم ہوں)

بنا برایں واضح ولائح ہو گیا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ سے مراد زمرۂ علماء ہے اور اگر کل امت بھی مراد لی جائے تو خیر امت سے مراد وہی مسلمان ہو سکیں گے جو بموجب احادیثِ صحیحہ سوادِ اعظم کے اندر ہیں، وہ ہرگز نہیں جو سوادِ اعظم سے نکل کر ''شُذَّ شُذَّ فِی النَّارِ'' (جو سوادِ اعظم سے جدا ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا) ہو گئے، چنانچہ اس بحث کو تقریباً ساٹھ آیات واحادیث سے ہم نے اپنی کتاب مختصر المیزان میں نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، من شاء فلینظر۔

علاوہ برایں آیہ متلوہ کے آگے جو مضمون ہے وہ بھی ہمارے دعوے کی تائید کر رہا ہے۔ وَلَاتَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَاتُ۔ یعنی اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بھی فتح الرحمن میں اس آیہ کریمہ کے نیچے لکھتے ہیں:

یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ جمعے معتزلی باشند و جمعے شیعہ وعلی ہذا القیاس۔

(یعنی اصول دین میں فرقوں میں بٹ جانا حرام ہے، اس طرح کہ ایک جماعت معتزلی ہو اور ایک جماعت شیعہ ہو، اسی طرح دوسرے فرقے)

پھر کیا اب بھی آزاد صاحب کی یہ تحریر صحیح مانی جا سکتی ہے کہ امم سابقہ کی گمراہی کا یہ سبب تھا کہ یہ فرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر وابستۂ علماء ورؤسائے دین رہا، اور اس امت میں اس فرض کو وابستۂ علماء نہیں رکھا۔ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو یقیناً آزاد صاحب کو بھی اس تحقیق کے سمجھ لینے کے بعد اپنی غلطی تسلیم کرنی پڑے گی، اور ماننا پڑے گا کہ جس طرح امم سابقہ میں یہ فرض وابستۂ علما تھا۔ اسی طرح امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم میں بھی یہ فرض وابستۂ علماء ورؤساء دین رہا ہے۔ لیکن جیسے زمانۂ ماضیہ میں عوام علماء حق گو کے دشمن ہو جایا کرتے تھے۔ ایسا ہی اب بھی بے دینی کی طرف مائل ہو جانے کی وجہ سے تحصیل علم دین سے تنفر پیدا ہو چلا ہے۔ علماء قدیم مرتے جا رہے ہیں۔ جدید پیدا ہونے کم ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا طلب، جاہ پسند، نیم مولوی، مسٹر اور ایل۔ ایل۔ بی، مولانا بن بن کر قوم کے سامنے دین کے شیدائی اور ایمان کے مجسمہ بننے لگ گئے۔ اسٹیجوں پر کھڑے ہو کر فرزند توحید اور فداءِ اسلام ہونے کے مدعی ہوئے، جہلاء ان کے پیرو بنے۔ وہ طمع دنیاوی میں پڑے ہوئے حق چھپا کر قرآن وحدیث کے معنی میں ویسی ہی تحریفیں کرنے لگے، جیسے کہ تورات وانجیل میں کی گئیں۔

علماء حق گو نے جب ان کی عیاریاں، مکاریاں، بے دینیاں عوام کے سامنے پیش کیں۔ عوام کالانعام میں بدظنی بڑھی اور اتنی بڑھی کہ دونوں طرف سے بدظن ہو کر نہ اُدھر کے رہے نہ ادھر کے۔ یہود میں تو آج علماء حق گو مفقود ہو گئے اور اگر ایک دو، رہے بھی تو بیان حق سے مجبور۔ البتہ انصاری میں تھے اور انہیں کا طفیل تھا کہ اکثر نصاریٰ خصوصاً حبشہ والے مع بادشاہ کے بے دینی سے بچ گئے اور شرفِ اسلام سے مشرف ہو گئے اور قرآن پاک نے ان کی تعریف فرمائی ہے:

۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِيْنَ

(المائدہ:۸۲۔۸۴)

ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ

گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔ اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا، تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں، اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر کہ ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے۔

اور جو نصاریٰ نام نہاد نصاریٰ ہیں اپنے علماء حق گو کے مثل یہود دشمن رہے، وہ طلب جاہ وجلال میں دین کو تباہ کر بیٹھے۔ چنانچہ ان دونوں فریق کے متعلق قرآن پاک میں صاف تصریح فرمائی گئی:

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔ (المائدہ: ۵/۷۸)

یعنی لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ کی زبان پر، یہ بدلا ہے ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

دوسری جگہ مطلقاً فرمایا:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔

یعنی اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخ والے ہیں۔

اور سرکار ابد قرار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مفصل طریق سے اس طرح فرمایا۔ سنن ابی داؤد اور ترمذی شریف سے صاحب مشکوٰۃ نقل فرماتے ہیں:

"عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْاِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَاءُ ھُمْ

فَلَمْ یَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِیْ مَجَالِسِهِمْ فَآ كَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ ذَالِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی تَاطِرُوْهُمْ اَطْرًا وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَامُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاخُذُنَّ یَدَی الظَّالِمِ وَلَتَاطِرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ قَطْرًا وَلَیَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے۔ ان کے علماء نے منع کیا مگر باز نہ آئے، آخر علماء بھی انہیں کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہو گئے۔ آخرش ان عالموں کے دل بھی اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی کر دئے جیسے کہ ان کی قوم کے تھے، پھر اللہ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ نے اُن پر بواسطہ داؤد وعیسیٰ علیہما السلام لعنت کی۔ یہ ان کی سرکشی ونافرمانی کا بدلہ تھا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم منع کرو ان کو حق منع کرنے کا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے (جو اس کی تفصیل کر رہی ہے) فرمایا: واللہ! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، انہیں بری باتوں سے منع کرو اور ظالموں کو ظلم سے روکو حق کہہ کر اور حق پر قائم رہو، ورنہ تمہارے دل بدوں کے سے ہو جائیں گے اور اللہ تم کو بھی اپنی رحمت سے دور کر دے گا جیسے انہیں دور کر دیا۔

یہی سبب ہے کہ آج ہم میں بھی بنی اسرائیل جیسی بیماریاں پھیلیں یعنی دنیادار، علماء حقہ کے دشمن بن گئے اور دنیادار مولوی ان میں مل کر ہم پیالہ وہم نوالہ ہو کر تحصیل مال و منال کے لالچ میں ان کے ہم نوا ہو کر ان کی سی کہنے اور ان کی خواہشات کے مطابق چلنے

لگے تو بموجب فرمان مخبر صادق رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر بھی نئی نئی صورتوں میں عذابِ الٰہی کا نزول ہونے لگ گیا۔ کہیں ظالم حاکم ہم پر مسلط ہو کر عذاب آیا، کہیں بے دینوں کے غلبہ سے ہم معذب کیے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس نبی اُمّی روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ظہور ہے جو آج سے تیرہ سو برس قبل فرمائی جا چکی ہے، کہ جب اتباعِ شریعت چھوڑ دو گے۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دے گا۔ اس کا آج یہ ظہور ہے کہ ہر سمت سے مسلمانوں پر حملہ ہے، ہر طرف سے اسلام اور اہل اسلام کے لئے آواز بزن (مارو) ہے۔

بیّن ثبوت موجود ہے بمبئی میں ایام عشرہ محرم پر مسلمان تعزیہ داری و دیگر خرافات خلاف شرع کے نہایت زور کے ساتھ مؤید بنے۔ علماء نے بہت کچھ منع کیا مگر نہ مانے آخرش جان و مال کا نقصان اٹھا کر ذلیل ہو کر تھوڑی مدت ہوئی کہ باز آئے، ورنہ عشرہ محرم میں بمبئی جملہ فتنہ و فساد کے لئے مخصوص تھی۔

اور مذہب سے اس قدر تنفّر کہ اگر کوئی خالص حنفی انجمن جو مرزائی قادیانی۔ چکڑالوی۔ اہل قرآنی، رافضی۔ خارجی۔ وہابی۔ غیر مقلد جملہ مذاہب باطلہ کا رد کرے اور امداد چاہے تو تنگدستی، قلتِ کاروبار، انسدادِ روزگار کے شکوے پیش ہوتے ہیں۔ لیکن اگر قادیانی یا بے دینوں کی کوئی انجمن مانگے تو اپنی حلال روزی سے اس میں دینا صحیح مصرف سمجھا جاتا ہے، اور جب وہ فتنہ مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے اپنی بنیاد مضبوط کر لیتا ہے تو ہائے وائے کرتے ہیں مگر وہ بھی اوپر کے دل سے۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفت کرتے کرتے جدھر سے کچھ مال ہاتھ آتا نظر آیا، ادھر ہی لڑھک گئے۔

دور کیوں جائیں ہمارے آزاد صاحب کے الہلال کو ہی دیکھ لو کہ ایک طرف تو ٹائیٹل پر تحریر کرتے ہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

اور دوسری طرف یہ حال کہ الہلال کا کوئی پرچہ نہ ہو گا جس میں ذی روح کی

تصاویر نہ ہوں۔ باآنکہ سرورعالم صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے ایک جگہ ایک بار ایک طرح نہیں سینکڑوں طریق سے مخالفت فرمائی اور نفرت کی۔ مگر آج معیار تجارت اگر ہے تو تصویر۔ ترقی کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو تصویر۔ تزئین مکانات کا اگر کوئی خاص سامان ہے تو تصویر۔ اور آزاد صاحب الہلال نے تو حد ہی کردی کہ زندہ تو زندہ، شہداء و غازیان بلقان تک کی تصاویر شائع کردیں اور ان تصاویر کے خریدنے کی ترغیب تک دلائی۔ اگر ''صاحب الہلال'' اپنے ضمیر اور حکم شرعی سے غور کریں گے تو انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ جس جس گھر میں ان کا جریدہ ''الہلال'' پہنچا، وہ ملائکۂ رحمت کی آمد سے محروم رہا اور اس کا گناہ آزاد صاحب کی گردن پر پڑا اور پڑے گا۔ اور وہ مکان جس میں ملائکہ رحمت کی آمد و رفت نہ ہو، منحوس بنا اور یہ سب کیوں ہوا؟ محض ایسے علماء کی طفیل ہوا جیسے آزاد صاحب ایڈیٹر الہلال۔

اب ذرا چشم ایمان سے ملاحظہ ہو کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ بخاری شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۳۵ھ، جلد اول، ص ۴۷۳ کتاب الانبیاء میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّارَأَی الصُّوَرَفِی الْبَیْتِ لَمْ یَدْخُلْ حَتّٰی اَمَرَ ھَافَمُحِیَتْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جب تصاویر ذی روح خانہ کعبہ میں دیکھیں۔ آپ کعبہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوئے۔ جب تک کہ آپ کے حکم سے وہ نہ مٹادی گئیں۔

اور اسی صفحہ میں ہے:

قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْتَ فَوَجَدَفِیْہِ صُوْرَۃَ اِبْرَاھِیْمَ وَصُوْرَۃَ مَرْیَمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فَقَالَ اَمَّاھُمْ فَقَدْ سَمِعُوْااَنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَاتَدْخُلُ بَیْتًافِیْہِ صُوْرَۃٌ ھٰذَااِبْرَاھِیْمُ مُصَوَّرٌ فَمَالَہٗ یَسْتَقْسِمُ۔

یعنی راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے صورتِ ابراہیم و مریم علیہما السلام ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا: یہ مشرک سن چکے ہیں کہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور یہ صورت ابراہیم ہے۔ اس کو استقسام سے کوئی تعلق نہیں۔

(دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تصویر ابراہیم بنا کر مشرکین نے ان کے ہاتھ میں قلم دے دی تھی جس کے ذریعہ فال لیا کرتے تھے۔ اور اسے استقسام کہتے تھے۔)

ترمذی شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَالَ اَتَیْتُکَ الْبَارِحَۃَ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَکُوْنَ دَخَلْتُ عَلَیْکَ الْبَیْتَ الَّذِیْ کُنْتَ فِیْہِ اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ فِی الْبَیْتِ تِمْثَالُ الرِّجَالِ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِیْہِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ کَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التِّمْثَالِ الَّذِیْ بِالْبَابِ فَلْیُقْطَعْ فَیَصِیْرُ کَھَیْئَۃِ الشَّجَرَۃِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْیُقْطَعْ وَیُجْعَلُ مِنْہُ وِسَادَتَیْنِ مُنْتَبِذَتَیْنِ تُوْطَآنِ وَمُرْ بِالْکَلْبِ فَیُخْرَجُ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۰۴)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے پاس جبرئیل آئے اور عرض کیا کہ شب گزشتہ میں میں حاضر ہوا تھا مگر چونکہ در اقدس پر تصویر تھی اور گھر کے اندر ایک کتا۔ میں داخل نہ ہو سکا، لہذا اس تصویر کا سر کٹوا دیجئے کہ وہ مثل درخت کے ہو جائے اور پردہ بھی کٹوا کر اس کے دو تکیے بنوا لیجئے کہ پامال ہوتے رہیں۔ اور کتے کو گھر سے نکال دیجئے، چنانچہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا۔

اور مشکوۃ شریف میں ایک حدیث بخاری و مسلم سے متفق علیہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِىْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قُلْتُ اِشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِىْ فِيْهِ الصُّوْرَةُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۔متفق علیہ

(مشکوۃ شریف: ص ۳۸۵)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک فرش خریدا جس میں تصاویر تھیں۔ جب اسے سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دیکھا، دروازۂ مکان پر ٹھہرے۔ اور گھر میں تشریف نہ لائے۔ سیدہ فرمائی ہیں کہ میں نے حضور کے روئے انور سے آثار کراہیت پا کر عرض کیا، حضور میں اللہ اور رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں اس گناہ سے جو مجھ سے سرزد ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرش کیسا ہے؟ میں نے عرض کی، حضور کے لیے میں نے خریدا ہے کہ جب تشریف لائیں، اس پر رونق افروز ہوں اور تکیہ لگائیں۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: تصویر کش (تصویر کھینچنے والے) بروز قیامت معذّب ہوں گے۔ انہیں کہا جائے گا انہیں زندہ کرو اور فرمایا: بے شک جس گھر میں تصویر ہو ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں داخل ہوتے۔

علاوہ ازیں ایسے مضمون کی صحاح میں بہت احادیث آئی ہیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ (جو چاہے ان کا مطالعہ کرے) بناء علیہ جمیع فقہاء و محققین فرماتے ہیں:

وَيُكْرَهُ اَنْ يُصَلِّيَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ اَوْفَوْقَ رَأْسِه اَوْعَلٰى يَمِيْنِه اَوْعَلٰى يَسَارِهٖ اَوْ فِيْ ثَوْبِه تَصَاوِيْرُ۔

یعنی مکروہ ہے ایسی صورت میں نماز پڑھنا کہ اس کے آگے یا سر پر یا دائیں بائیں جانب یا کپڑے پر تصاویر ہوں۔

آگے فرماتے ہیں:

وَفِیْ الْبِسَاطِ رِوَایَتَانِ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ لَایُکْرَہُ اِذَالَمْ یَسْجُدْعَلَی التَّصَاوِیْرِ ھٰذَا اِذَاکَانَتْ بِصُوْرَۃٍ کَبِیْرَۃٍ تَبْدُوْلِلنَّاظِرِمِنْ غَیْرِ تَکَلُّفٍ کَذَافِیْ فَتَاوٰی قَاضِیْ خَانْ. وَلَوْکَانَتْ صَغِیْرَۃً بِحَیْثُ لَاتَبْدُوْ لِلنَّاظِرِ اِلَّا بِتَاَمُّلٍ فَلَا یُکْرَہُ وَاِنْ قُطِعَ الرَّأْسُ فَلَابَاسَ بِه وَقَطْعُ الرَّاْسِ اَنْ یُّمْحٰی رَاْسُھَا بِخَیْطٍ یُخَاطُ عَلَیْھَا حَتّٰی لَمْ یَبْقَ لِلرَّاْسِ اَثَرٌ اَصْلاً وَلَوْخِیْطَ بَیْنَ الرَّاْسِ وَالْجَسَدِ لَایُعْتَبَرُ لِاَنَّ مِنَ الطُّیُوْرِ مَاھُوَ مُطَوَّقٌ" وَاَشَدُّھَا کَرَاھِیَۃً اَنْ تَکُوْنَ اَمَامَ الْمُصَلِّیْ ثُمَّ فَوْقَ رَاْسِہٖ ثُمَّ یَمِیْنَہٗ ثُمَّ یَسَارَہٗ ثُمَّ خَلْفَہٗ ھٰکَذَا فِی الْکَافِیْ وَفِی التَّھْذِیْبِ وَلَوْکَانَتْ عَلٰی وِسَادَۃٍ مَنْصُوْبَۃٍ بَیْنَ یَدَیْہِ یُکْرَہُ وَلَوْکَانَتْ مُلْقَاۃً لَا یُکْرَہُ کَذَا فِی التَّاتَارْخَانِیَۃِ وَلَایُکْرَہُ تِمْثَالُ غَیْرِذِیْ رُوْحٍ کَذَافِی التَّفَاسِیْرِ۔

یعنی فرش کے متعلق دو حکم ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اگر تصویر پر سجدہ نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ تصویر اتنی بڑی ہو کہ دیکھنے والے کو صاف بلا تکلف نظر آئے۔ ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر وہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو بتامل (غور کرنے سے) نظر آئے تو بھی مکروہ نہیں ہے اور اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور قطع راس یہ ہے کہ اس کو مٹا دیا جائے ڈوروں سے، حتی کہ سر کا اصلا نشان نہ رہے اور اگر سر اور جسد تصویر کے درمیان کو ڈوروں سے سیا جائے تو غیر معتبر ہے، اس لئے کہ بہت جانوروں کے گلے میں طوق کا خط بھی ہوتا ہے، اور سخت کراہیت یہ ہے کہ نمازی کے آگے تصویر ہو، دوسرے ادنی یہ کہ سر پر ہو، اس سے ادنی یہ کہ داہنے یا بائیں طرف ہو یا پیچھے ہو،

ایسا ہی کافی میں ہے اور تہذیب میں ہے کہ اگر تکیہ میں منصوب (کھڑا) ہو تو مکروہ ہے اور اگر پیروں میں پڑا ہوا ہے تو مکروہ نہیں ——— اور تصاویر غیر ذی روح مکروہ نہیں۔ ایسا ہی تفاسیر میں ہے۔ اور مسلم شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ صَالِحِ ن الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَابَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّاتَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ ۔الخ

یعنی حضرت ابو صالح راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مجھے فرمایا: کہ کیا نہ بھیجوں میں تجھے اس کام پر جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اور وہ یہ کہ نہ چھوڑوں میں کوئی تصویر مگر اس کو محو کردوں۔ (مٹادوں)

اسی وجہ میں صاحب کبیری فرماتے ہیں:

وَلَوْرَاٰی صُوْرَۃً فِیْ بَیْتِ غَیْرِ یَجُوْزُلَہٗ مَحْوُھَا وَتَغْیِیْرُھَا۔

یعنی اگر کسی غیر کے گھر تصویر دیکھی جائے تو اس کا مٹانا بدون مرضی صاحب مکان جائز ہے۔

پھر ایک تصویر ہی کیا قریب قریب ہر کام میں ناجائز طریقہ ہمارے بڑے بڑے اور نام نہاد جاہ طلب علماء نے اختیار کررکھا ہے، زبان وقلم سے اسلام کے شیدائی دین کے فدائی اور اصل میں دل سے دنیا کے سودائی بنے ہوئے ہیں۔ جواز اور عدم جواز صرف کہنے اور اعلان کرنے کو ہے، اپنے لئے نہیں۔

چنانچہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مبیع معدوم ومجہول کی بیع سے منع فرمایا: مسلم شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَاقَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَۃِ وَالْمُزَابَنَۃِ وَالْمُعَاوَمَۃِ وَالْمُخَابَرَۃِ

اور دوسری روایت میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ السِّنِیْنَ۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح حدیث ہذا میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاَمَّا النَّهْیُ عَنْ بَیْعِ الْمُعَاوَمَةِ وَبَیْعِ السِّنِیْنَ وَمَعْنَاهُ اَنْ یَّبِیْعَ ثَمَرَ الشَّجَرَةِ عَامَیْنِ اَوْ ثَلٰثَةً اَوْ اَکْثَرَ فَیُنْهٰی بَیْعُ الْمُعَاوَمَةِ وَهُوَ بَیْعُ السِّنِیْنَ وَهُوَ بَاطِلٌ۔

یعنی بیع السنین اور بیع معاومہ کے یہ معنی ہیں کہ فقط ایک درخت کے پھل یا بہت سے درختوں کے پھلوں کو برس یا دو تین برس کیلئے بیچ دے۔ یہ بیع بالاجماع باطل ہے۔

نَقَلَ الْاِجْمَاعَ فِیْهِ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَیْرُهٗ بِهٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ وَلِاَنَّهٗ بَیْعُ غَرَرٍ لِاَنَّهٗ بَیْعُ مَعْدُوْمٍ وَمَجْهُوْلٍ غَیْرُ مَقْدُوْرٍ عَلٰی تَسْلِیْمِهٖ وَغَیْرُ مَمْلُوْکٍ لِلْعَاقِدِ۔

یعنی یہ اجماع ابن منذر وغیرہ نے ان احادیث کی بنا پر نقل کیا اور اس لئے کہ یہ بیع ایسی شئے کی ہے جو معدوم ہے اور مجہول بھی، جس کی تسلیم پر نہ بائع قادر، نہ وہ ملکیت بائع۔ بلکہ ابھی یہی نہیں معلوم کہ اس درخت پر پھل آئیں گے بھی یا نہیں اور آئیں گے تو کتنے؟

اسی مسئلے کی وجہ میں میرے محب جناب قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی نے اپنے رسالہ تحفۂ حنفیہ کے خریداروں کو اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب مجھے قیمت رسالہ بھیجیں وہ محض بہ نیت امداد بھیجیں کہ بیع معدوم باطل ہے۔

اب ملاحظہ ہو رسالہ القاسم دیوبند۔ اور آزاد صاحب کا الہلال وغیرہ وغیرہ جملہ رسالہ جات و اخبارات کا یہ حال ہے کہ باوجود ذی علم ہونے کے پیشگی قیمت طلب کی جاتی ہے۔ باآنکہ سال بھر تک ہر ماہ کے اختتام پر اس رسالہ کا وجود ظاہر ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں آمدنی کے خلاف معاملہ ہے، اس لئے اس امر سے تعلق ہی نہیں، اگرچہ اوروں کے کہنے سننے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ہر فرد مسلم کو بنایا جائے۔

اب خصوصیت سے آزاد صاحب ابوالکلام مالک ''الہلال'' پر افسوس ہے

کہ اول تو کہہ گئے کہ بدعات محدثات زمانہ پر نظر ڈالتے ہوئے ہم کو بدعات ومحدثات بنی اُمیہ کے ذکر کی مہلت نہیں۔ مگر خود مدعی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہو کر علانیہ طور سے سرگرم تصویر فروش بنے ہوئے ہیں۔ شہداء وغازیان بلقان وغیرہ اور ایڈیٹران مصر کے فوٹو خود اتارے یا اتروائے ہوں گے، تاکہ پیسہ ہاتھ آئے، پھر بھی بذریعہ سینما اعلان تماشہ ہوا اور فرضی تصاویر یا اصلی تصاویر کو متحرک کر کے دکھایا اور شہداء کا تماشہ بنایا۔ اور اس فعل مذموم کا نام فعل حسن رکھا کہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اسلامی پیدا ہوگا اور خود موقعہ واردات پر پہنچ کر شہید تو کیا غازی بھی نہ بنے۔ اور بنے بھی تو کیا بنے مظلومین وشہداء کے فوٹو گرافر۔ اور ان کی بے کسی وبے بسی کا تماشہ دکھانے والے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا ان کی نظر میں یہ فرامین سردار انبیاء نہ تھے؟ میں کہوں گا اور دعوے سے کہوں گا کہ تھے اور ضرور تھے، مگر خواہشات ترقی دنیا نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے کہ حقیقت نظر ہی نہیں آتی اور عمل نیک کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

قرآن کریم میں لشکر کفار سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر آنے کو اکبر الکبائر بتایا گیا ہے۔ سورۂ انفال میں ہے:

یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوَاہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔

یعنی اے ایمان والو جب کافروں کے لام سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

تو کیا آزاد صاحب جنگ بلقان کے موقع پر جا کر تماشہ دیکھ کر مسلمانوں کو کٹتا چھوڑ کر، فوٹو لے کر، پیٹھ دے کر نہیں آئے؟ اللہ ہمیں ہدایت دے اور توفیق توبہ عطا فرمائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی

پھر آزاد صاحب اپنی غایت آزادی میں یہاں تک بڑھے کہ علماء و فضلاء حق گو کو تو خیر جو کچھ کہا، اس پر صبر تھا مگر صحابہ اور اجلہ صحابہ تک کو بعض اخبار واحاد اور تاریخی حالات کی بنا پر برا بھلا کہہ گئے۔ حتیٰ کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کوس گئے اور جی بھر کے جو زبان و قلم میں آیا کہہ گئے، باآنکہ آیات واحادیث صحیحہ کے مقابلہ میں محققین کے نزدیک اخبار تاریخی وخبر آحاد کسی طرح نہیں آسکتیں، مگر آزاد صاحب ہیں کہ اپنے جوش آزادی میں تمام آیات واحادیث کی طرف سے چشم پوشی کر گئے، بلکہ ان تواریخ تک کو نظر انداز کر گئے جن سے ثابت ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پلید کو خود خلیفہ نہیں کیا اور کوئی اخباری روایت لی بھی تو وہ لی جس سے ثابت ہو کہ حضرت امیر نے بلا مشورہ اہل اسلام یزید کو پسند کر کے خود خلیفہ مقرر کیا۔ اور اس قسم کی تاریخی خبریں نقل کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال قبیحہ گن ڈالے۔ چنانچہ ۲۹ محرم ۱۳۳۱ھ الہلال کے صفحہ ۶ پر اس طرح لکھا۔

> ''انہوں نے (بنوامیہ نے جس سے بقرینۂ عبارت آئندہ حضرت امیر معاویہ مراد ہیں) اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جو یقیناً اعتقاد قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے۔''

پھر اس کفر جلی کو نہ کسی آیت سے ثابت کیا، نہ حدیث سے۔ حالانکہ اس کی مخالفت حدیث صحیح بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت پر حین حیات میں مقرر فرما دیا تھا اور اس میں آزاد صاحب کی شرط کا کھوج بھی نہیں کہ اسلام کی جمہوریت تعیین خلیفہ کے لئے شرط ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ ۱۰۷۳ میں ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قِيْلَ لِعُمَرَ اَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفُ

فَقَدِاسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَخَيْرٌ" مِنِّیْ وَهُوَ اَبُوْبَکْرٍ وَاِنْ اَتْرُکْ فَقَدْتَرَکَ مَنْ هُوَخَیْرٌ" مِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَثْنُوْا عَلَیْہِ۔

اس کی شرح میں مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری مرحوم ومغفور فتح الباری، عینی، کرمانی اور مجمع البحار وغیرہ سے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: وَفِیْہِ دَلِیْلٌ" عَلٰی اَنَّ الْخِلَافَةَ تَحْصُلُ بِنَصِّ الْاِمَامِ السَّابِقِ ۔اور اسی سبب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی نے عبدالملک بن مروان کی خلافت پر بیعت نامہ تحریر فرمادیا، جس کا تذکرہ بخاری شریف میں ص ۱۰۶۹ پر ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ لَمَّابَایَعَ النَّاسُ عَبْدَالْمَلِکِ کَتَبَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلٰی عَبْدِاللّٰہِ عَبْدِالْمَلِکِ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ اُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِاللّٰہِ عَبْدِالْمَلِکِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی سُنَّةِ اللّٰہِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْمَااسْتَطَعْتُ وَاِنَّ بَنِیَّ قَدْاَقَرُّوْابِذَالِکَ۔

یعنی عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ جب عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبدالملک کو اس طرح تحریر فرمایا کہ بے شک میں اقرار کرتا ہوں اطاعت وفرمانبرداری عبداللہ عبدالملک امیرالمؤمنین کی۔ یہ پابندی سنت اللہ وسنت رسول اللہ بقدر اپنی طاقت کے اور میرے بیٹے بھی اس اقرارنامے کو تسلیم کرتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایک تاریخی روایت کی بنا پر احادیث وقرآن کے خلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محض فرضی اعتقاد قرآن گھڑ کر خانہ ساز کفر جلی کا مرتکب بنادیا اور یہ نہ سمجھا کہ کفر جلی پر راضی ہونے والا کافر ہوتا ہے۔

بحرالرائق میں ہے:۔اَلرِّضَا بِکُفْرِ غَیْرِہٖ کُفْرٌ" اور جب یہی اصول آزاد صاحب کا ہے تو بنا بر ایں اصول انہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی وہی خیال رکھنا پڑے گا۔ معاذ اللہ!

پھر اسی ''الہلال'' ۲۹ محرم ۱۳۳۱ھ ص ۴ پر لکھتے ہیں۔ ''کہیں مذہبی پیشواؤں کی

جماعتیں مرتکب فساد بن گئیں۔ کہیں کسی بڑی جماعت کے تسلط نے اپنی ضلالت کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ ''مذہبی پیشواؤں سے مراد تو غالباً آزاد صاحب کے نزدیک بے دین فرقہ مثل روافض، خوارج، معتزلہ، وہابیہ ہوں گے۔ مگر بڑی جماعت سے مراد سوائے اہل سنت و جماعت کے اور کون ہو سکتی ہیں؟ لیکن اگر خدانخواستہ بڑی جماعت سے مراد اہل سنت و جماعت ہیں تو صریح احادیث کے خلاف مضمون ہے اور اس کے سوا دوسری بڑی جماعت کوئی ہو بھی نہیں سکتی۔

ابن ماجہ شریف میں ہے:۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ فَاِذَا رَأَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

یعنی حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور اگر تم اس میں اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو اور جو نکل گیا اس بڑی جماعت سے وہ جہنم میں پھینک دیا گیا۔

اور دوسری حدیث میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ وہ بڑی جماعت اہل سنت و جماعت کی ہے۔ چنانچہ اس میں یہ اور ہے کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا: ''مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' حضور! وہ بڑی جماعت کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ وَھِیَ السَّوَادُ الْاَعْظَمُ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ جس میں میں اور میرے اصحاب ہوں، وہی بڑی جماعت اور بڑا گروہ ہے۔

اس قسم کے مضامین کی بہت سی احادیث ہیں، منجملہ ان کے میں نے اپنے رسالہ مختصر المیزان بکلام السبحان میں قریب اسی ۸۰ احادیث کے جمع کر دی ہیں اور وہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہیں، اس کا ثبوت قرآن کریم سے بھی دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ سچی کتاب الٰہی وہ ہو سکتی ہے جس میں خدائی قوتیں پائی جائیں اور خدائی قوت وہ ہی جا سکتی ہے جس کا مقابلہ بداہۃً انسان نہ کر سکے اور ایسی قوتیں سوائے کلام اللہ شریف کے کسی کتاب میں نہیں ہیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ۔ (جو چاہے دیکھ لے)

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چوٹ کرنے کے لئے دو حدیثیں نکالیں اور ان سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم بادشاہوں سے تھے اور مطالعہ کو وسیع نہ کیا جس سے ایک جلیل القدر صحابی کی اہانت کے مجرم نہ بنتے۔ حسب موقع مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول ان دو حدیثوں کو نقل کریں جو آزاد صاحب ۲۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ کے ''الہلال'' صفحہ ۹ پر نقل کر کے خوب جی بھر کے سب کچھ کہہ گئے ہیں، بعدہٗ حق امیر معاویہ میں مفصل تحقیق نذر ناظرین کریں۔ وَاللّٰہُ الْمُؤَیِّدُ وَالْمُعِیْنُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ۔

وہ حدیث جو الہلال میں نقل کی گئی یہ ہے:۔

عَنِ ابْنِ بَشِیْرٍ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْکُمْ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ یَرْفَعُهُ اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فِیْکُمْ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّةً فَیَکُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. قَالَ حَبِیْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ کَتَبْتُ اِلَیْہِ هٰذِہِ الْحَدِیْثَ۔ اُذَکِّرُہٗ اِیَّاہُ وَقُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بَعْدَ الْمُلْکِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِیَّةِ۔

(اور دوسری حدیث)

عَنْ سَعْدِ بْنِ جُمْهَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَفِیْنَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مُلْکٌ۔ الخ

ترجمہ حدیث اول: یعنی حضرت ابن بشیر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت جب تک اللہ چاہے تم میں رہے گی۔ پھر منہاج نبوت پر خلافت رہے گی۔ جب تک اللہ چاہے، پھر اسے اللہ اٹھالے گا۔ پھر ملک غاصب تم میں ہوں گے، پھر ملک (بادشاہ) جابر، پھر اخیر میں وہی خلافت علی منہاج النبوت ہوگی۔ حبیب کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے، میں نے ان کو یہ حدیث لکھ کر

بھیجی تا کہ وہ یاد کر لیں کہ خلافت علی منہاج النبوت کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے (اور میں نے لکھا کہ) میں گمان کرتا ہوں کہ تبع نبوت آپ خلیفہ ہیں، حضرت سفینہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خلافت میری امت میں تیس برس رہے گی، پھر بادشاہ ہوں گے۔

اس سے آزاد صاحب نے ثابت کرنا چاہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ان ہی جابر بادشاہوں سے تھے۔ مگر اول تو ان حدیثوں کا جواب اُنہیں حدیثوں میں موجود ہے۔ اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کا عطف ثم کے ساتھ کر کے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ پھر ثم سے عطف کر کے ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا غَاصِبًا آیا ہے اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ مقصود سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ ہرگز نہیں کہ خلافت علی منہاج النبوت معاً تیس برس کے بعد اٹھ جائے گی۔ بلکہ بمقتضاء ثُمَّ۔ ظاہر ہے کہ بتدریج تراخی کے ساتھ خلافت علی منہاج النبوت رہے گی۔ اسی طرح دوسرے ثم کے اقتضاء سے ظاہر ہے کہ بادشاہ ظالم بھی بتراخی ہوں گے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ خلافت علی منہاج النبوت کے اٹھنے کے بعد یک لخت آثار خلافت علی منہاج النبوت نہ اٹھیں گے، بلکہ کچھ مدت تک خلافت مطلقہ رہے گی۔ مثل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے جس میں علی وجہ الکمال ظہورِ منہاجِ نبوت اگر نہ تھا تو ظلم وستم کے آثار بھی نہ تھے اور پھر چند اور ظالم بادشاہوں جو صراط مستقیم اور راہ حق سے منحرف ہو گئے ہوں، مثل یزید پلید کے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کہ ان کی طرف بھی باعتبار خاص واقعہ کے جور کا شبہ ہے مگر مطلقاً جابر نہیں، بلکہ صرف خلافت حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے مقابلہ میں بوجہ خطاء اجتہادی کچھ ظاہر ہوا اور یہ بھی محض ایک حدیث کے مفہوم میں غلط فہمی کی بنا پر، نہ کہ محض طلب خلافت وامارت کی وجہ میں۔ علاوہ اس کے علامہ برہان الدین صاحب ہدایہ بیان تقلید قضاء میں سلطان جابر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَیَجُوْزُ التَّقْلِیْدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَابِرِ کَمَا یَجُوْزُ مِنَ الْعَادِلِ لِاَنَّ

الصَّحابَة رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُم تقلّدُوا مِنْ مُعاوِیَة وَالحَقُّ کَانَ بِیَدِ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجهَهُ فِی نَوبَتِه

یعنی سلطان مان لینا جائز ہے بادشاہ جابر کا جس طرح بادشاہ عادل سے بیعت جائز ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امر قضاء قبول کیا، حالانکہ اس کے حقدار حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھے اور علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں اس مدعا کو اور زیادہ واضح طور سے بیان فرما رہے ہیں:

قَالَ قَولُه وَفِی نَوبَتِه کَونُه رَابِعًا بَعدَ عُثمَان وَفِی نَوبَتِه اِحتِرَازٌ عَن قَولِ الرَّوَافِضِ اَنَّهُ کَانَ اَحَقَّ بِهَا فِی سَائِرِ النُّوَبِ۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوبت خلافت میں حضرت علی حقدار تھے، نہ کہ مثل قول روافض تمام خلفاء سے پہلے حضرت علی حقدار خلافت تھے۔

اسی بناء پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ غایت جرم یہ بن سکتا ہے کہ سیدی وجدی مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مقابلہ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار امارت کرنا مستلزم بغاوت ہوجائے اور حکم بغاوت کی تصریح آگے آئے گی۔ لیکن چونکہ یہ خطاء اجتہادی موجب قتل وقتال بین المومنین تھی، اسی وجہ میں بعض علماء اہلسنت نے اس خطا کو خطا منکر بھی کہہ دیا۔ مگر کوئی عالم علماء اہلسنت اور فقیہ از فقہاء اہلسنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجتہد ہونے کا منکر نہیں، بلکہ بڑے بڑے اجلہ صحابہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجتہد ماننا ثابت ہے۔

اور اصول یہ ہے کہ مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں خطا کرے تو مستحق ایک اجر کا ہے، اور اس اصول کو جمیع فقہاء واصحاب اصول تسلیم کر رہے ہیں۔ لہذا صاحب ہدایہ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً سلاطین جائرہ سے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت جور کو مقید بہ نوبت خلافت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کر کے حجاج کے جور کو مطلق چھوڑا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَالتَّابِعِینَ تَقَلَّدُوا مِنَ الحَجَّاجِ وَهُوَ کَانَ جَائِرًا۔

اور تابعیوں نے عہدۂ قضا حجاج سے حاصل کیا، باآنکہ وہ سلطان جائر تھا اور یہ تمام تقریر تو اس تقدیر پر ہے جب کہ بموجب بیان صاحب ہدایہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بظاہر فی الجملہ اصحاب جور سے مان لیا جائے، یا خاطی فی الاجتہاد تسلیم کرلیا جائے، ورنہ بمقتضائے حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تو متصل بزمانہ خلافت علی منہاج النبوت ہے اور زمانہ ملوک عاصی مثل یزید پلید وغیرہ سلاطین جابرہ کا زمانہ آپ کے بعد ہے، اور یزید کے بعد پھر سلاطین جابرہ کا ظہور ہوا۔ جیسے حجاج بن یوسف اور بعض خلفاء عباسیہ جو دشمنانِ اہل بیت سے تھے۔

بنابریں حضرت امیر معاویہ رضی تعالیٰ اللہ عنہ نہ زمرۂ ملوک عضوض میں داخل ہو سکتے ہیں، نہ سلاطین جائرہ میں۔

اور اگر اسی زمرہ میں تسلیم کرلیا جائے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ الزام آئے گا کہ انہوں نے جماعت مؤمنین کو بادشاہ ظالم و جائر کے ہاتھ میں اس طرح دے دیا کہ خود بھی بیعت کرلی۔ اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیعت کرلینا ثابت ہے، تو یہ کس طرح مان لیا جائے کہ شہزادۂ عالم امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل المنصب امرِ خلافت کو ایک ظالم جابر کے ہاتھ میں دے دیتے جو خود امت مرحومہ کے حق میں ایک ظلم ہوتا ہے۔ اس امر کو وہی مان سکتا ہے جو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھی نظر سے نہ دیکھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْعَقِیْدَۃِ الْفَاسِدَۃِ الْکَاسِدَۃِ۔

بناءً علیہ ماحصل مفہوم حدیث یہی ہوگا کہ بعد ختم زمانۂ خلافت علیٰ منہاج النبوت کسی قدر وہ خلافت بھی رہے گی جو علیٰ وجہ الکمال علیٰ منہاج النبوت نہ ہوگی، بعد اس کے شاہانِ ظالم کا زمانہ ہوگا، پھر آہستہ آہستہ ملوک جائرہ جائیں گے، جن کا جور اور میلان عن الحق مختلف طور سے ظاہر ہوتا رہے گا۔

چنانچہ اس جور کو میلان عن الحق کے معنی میں ہی صاحب تفسیر کبیر نے مختلف طور پر منقسم کیا ہے۔ تحت آیۂ کریمہ:

ومنهاجائرای مائل'' عن الحق منحرف'' عنہ لایوصل صاحبہ
الیہ وھو الطریق الضلال التی لایکادیحصی عددھا المندرج
کماتحت الجائر۔

یعنی جورحق سے روگردانی کو کہتے ہیں، جس کے مراتب باعتبار کمی بیشی کے بے شمار
ہیں۔ مختصر یہ کہ باقتضاء مضامین احادیث یہ ثابت ہوتا ہے۔ ملوک جائرہ کا دور دورہ مٹ کر
پھر خلافت علی منہاج النبوت کا زمانہ آئے گا۔ جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا۔
پھر بھی ظالم ہو، کبھی جائر۔ حتی کہ قیامت تک بموجب احادیث صحیحہ بارہ عادل خلیفہ مستحق
خلافت قوم قریش سے پورے ہوں گے، اور ان سب کے بعد بنی ہاشم سے ایک خلیفۂ برحق
حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان خلیفہ ہوں۔ چنانچہ یہ مضمون احادیث مذکورہ اور
مندرجہ ذیل احادیث کے ملانے سے واضح ولائح طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔

مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۱۱۹ کتاب الامارت میں ہے:

عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہما یقول سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ ثم قال
کلمۃ لم افھمھا فقلت لابی قال فقال کلھم من القریش۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہما راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے
میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ اسلام بارہ خلیفۂ اسلام تک ہمیشہ غالب رہے گا۔ پھر ایک کلمہ
اس طرح فرمایا: جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا تو انہوں نے
فرمایا: ''کلھم من القریش'' تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

قال القاضی قد توجہ ھھنا سوالان احدھما انہ قدجاء فی الحدیث
الآخر الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم تکون ملکا وھذا مخالف لحدیث اثنی
عشر خلیفۃ فانہ لم یکن فی ثلاثین سنۃ الا الخلفاء الراشدون الاربعۃ
والاشھر الذی بویع فیھما الحسن بن علی رضی اللہ عنھما قال والجواب

عن هذاان المرادفي حديث الخلافةثلثون سنة خلافة النبوة وقد جاء مفسّرافي بعض الروايات خلافة النبوّة بعدی ثلاثون سنةً ثم تكون مُلكًا ولم يشترط هذافي الاثني عشر.

السوال الثاني: انه قد ولي كثيرمن هذالعدد.قال وهذااعتراض باطل لانه صلى الله عليه وسلم لم يقل لايلي الااثناعشر خليفة وانما قال يلي وقدولي ولي هذاالعددلايضر كونه وجدبعضهم غيرهم هذاان جعل المرادباللفظ كل والٍ ويحتمل ان يكون المرادمستحقي الخلافة العادلين وقدمضى منهم من علم ولابدمن تمام هذاالعددقبل قيام الساعة.

قاضی (عیاض) فرماتے ہیں یہاں دوسوال پیدا ہوتے ہیں۔ایک بارہ خلیفہ والی حدیث اس حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تیس برس خلافت رہے گی ، پھر بادشاہ ہوں گے، اور یہ تیس برس حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت تک پورے ہوگئے۔اس کا جواب یہ ہے کہ تیس برس تک خلیفہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ علی منہاج النبوت ہوں۔یعنی بلا کم وکاست طریق نبوت پر خلافت کرنے والے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک رہیں گے۔پھر بادشاہ ہوں گے مگران کو بارہ کے ساتھ مشروط ماننا اس امر کا پتہ دے رہا ہے کہ وہ بارہ اپنے دور میں آگے پیچھے ہوتے رہیں گے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ بادشاہ مدعی خلافت تو بارہ سے بہت زیادہ ہو چکے ہیں۔لیکن یہ اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے جب خلیفہ سے مراد تمام والیان سلطنت اسلام ہوں اور یہ باطل ہے، اس واسطے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حصر نہیں فرمایا کہ بارہ ہی ہوں گے، حالانکہ احتمال قوی یہی ہے کہ بارہ خلیفہ سے مراد بارہ خلفاء عادل ہیں جو قیامت تک ہوکر رہیں گے۔اور سیاق حدیث مذکور سے دوسرا احتمال حق معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک یہ بارہ خلیفہ عادل قریش سے پورے ہوں گے اور ممکن ہے کہ بارہ سے زیادہ خلفاء عادل وغیر عادل بلاخصوصیت قریش بھی ہو جائیں۔

چنانچہ مسلم شریف کی جلد دوم کے صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْاِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ كُلَّمَاهَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَتَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ قَالُوْا فَمَاتَأمُرُنَا قَالَ فُوْابِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ الْاَوْلٰی فَالْاَوْلٰی وَاَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّااسْتَرْعَاهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی کے انتقال کے بعد فوراً پے در پے نبی ہوتے رہتے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ! خلیفہ بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا، پھر ہمیں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلے خلیفہ ہو جائے اس سے بیعت کرنا اور اس کا حق خلافت ادا کرنا، اللہ ان کو سمجھ لے گا۔ جیسا وہ تمہارے ساتھ معاملہ کریں گے۔ چنانچہ یہی حدیث اور اس کی ہم معنی دیگر احادیث بعض صحابۂ کرام کو ترک اطاعت یزید پلید سے ابتدا میں مانع تھیں۔ اور پھر بموجب حدیث صحیح اَلَا لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ اس کے افعال قبیحہ کا اتباع کرنے سے مجتنب تھے۔ جیسے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثل ان کے دیگر صحابۂ کبار۔

آخرش جب جان لیا کہ یزید قابل خلافت نہیں، اس سے جدا ہو گئے۔

الحاصل! بموجب احادیث مذکورہ آخر میں اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت ابوداؤد صفحہ ۳۸۵ پر ایک حدیث مؤید مانحن فیہ ہے۔ وھو ھذا۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَهْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ مہدی میری اولاد اور ابناء فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوں گے۔ علاوہ اس کے ایک اور حدیث ہے۔ جو مشکوٰۃ شریف میں ہے، وہ بھی ملاحظہ ہو:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَذْھَبُ الدُّنْیَاحَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ۔رواہ الترمذی و ابو داؤد۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ قَالَ لَوْلَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَااِلَّایَوْمٌ یُطَوِّلُ اللّٰہُ ذَالِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثُ اللّٰہُ رَجُلًامِّنِّیْ اَوْمِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِیْ یَمْلَأُالْاَرْضَ قِسْطًاوَعَدْلًا کَمَامُلِئَتْ ظُلْمًاوَجَوْرًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا فنا نہیں ہوگی جب تک کہ میری اولاد سے میرا ہم نام ایک شخص عرب کا مالک نہ ہو جائے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو دراز کر دے گا، یہاں تک کہ میری اولاد سے ایک شخص آئے جو میرے ہمنام ہو اور اس کا باپ میرے باپ کے ہمنام ہو۔ وہ روئے زمین کو ایسے عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسی پہلے ظلم و جور سے مملو (بھری ہوئی) ہوگی۔

احادیث مذکورہ سے یہ امر بھی باحسن وجوہ واضح ہو گیا کہ بارہ خلفاء کا اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا ضروری نہیں، بلکہ مطلقاً قریشی ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ کا (جو بزعم شیعہ بارہویں امام ہیں اور وہ بلا فصل پیدا ہو چکے۔ صرف امام مہدی ایک باقی ہیں۔ جو خوف خوارج سے سرمن رائے میں مصحف علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم لئے ہوئے ہیں) اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا بالاتفاق ضروری ہے۔

لہذا بارہ امام اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتے جس میں بارہ خلفاء کا قریش سے ہونا بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کی خلافت پر باتفاق مورخین اہل حل وعقد کا اتفاق نہیں ہوا، کہ ان کو شرعاً خلیفہ کہہ سکیں۔ البتہ! ان کے مقتداء اور اولیاء ہونے میں کسی کو کلام نہیں، بلکہ بنی امیہ اور عباسیوں میں جو عادل اور صالح خلیفہ تھے وہ بھی ان کی تعظیم

وتکریم بلحاظ کمال علم وقرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے اور جو ظالم بادشاہ تھے، وہ بطمع نفسانی مخالف اہل بیت رہے۔ گو تمام سچے مسلمان ان سے اور ان کے افعال سے بیزار تھے مگر کوئی مسلمان ان کی اطاعت سے دست بردار نہیں ہوا، اس واسطے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار بتکرار ہر امیر اسلام کی اطاعت پر زور دیا، عام اس سے کہ وہ عادل ہو یا فاسق۔ فاجر ہو یا جابر۔

چنانچہ مسلم شریف کے صفحہ نمبر ۱۲۹ میں ہے۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ وَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُوْنَهُ فَاكْرَهُوْا عَمَلَهُ وَلَا تَنْزِعُوْا يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا: تمہارے بہتر امام وہ ہیں جن کو تم محبوب رکھو اور وہ تمہیں محبوب رکھیں۔ تم ان کے واسطے دعاء رحمت کرو اور وہ تمہارے لئے، اور بدتر امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے رنجیدہ رہیں اور وہ تم پر لعنت کریں اور تم ان پر۔ عرض کیا، حضور کیا ہم انہیں قتل نہ کردیں۔ فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں اور جب ان سے کوئی منکر فعل دیکھو تو ان سے مجتنب رہو، مگر ان کی اطاعت ترک نہ کرنا۔

یہی سبب ہے کہ فقہاء محققین ظالم جابر بادشاہوں کی تقلید قضا، تولیت، امامت جمعہ، عیدین، جماعت وغیرہ کو جائز رکھتے ہیں اور ان کے افعال قبیحہ سے مجتنب رہنے کو واجب سمجھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جب احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ خلافت علی منہاج النبوت کے انقطاع کے بعد بھی شاہان جائر وظالم کچھ دیر بعد ہوں گے، اور ملک عضوض اور خلافت علی منہاج النبوت کے مابین خلافت مطلقہ ہوگی، اور خلفاء دوازدہ ملوک عضوض سے بہتر اور

ممتاز ہوں گے اور خلافت علی منہاج النبوت سے درجہ میں ادنیٰ ۔ تو اب اس امر کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اوران کے ہمراہی اصحاب کرام کے متعلق ہمیں کیا خیال رکھنا چاہیے؟ اس کی مفصل مگر مختصر تحقیق نذرِ ناظرین ہے۔ بنظرِ انصاف دیکھیں اور کسی صحابی کی شان میں بے سوچے سمجھے بدزبانی سے باز رہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔

حضرت ابوسُفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں بدزبانی سے بچیں

حضرت ابوسُفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اوران کی جماعت والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کفارلعین کے مقابلہ میں آئے اورامیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہے اور حضرت ابوسفیان کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین بھی فرمایا اوران کی صاحبزادی کو اپنے عقد میں قبول فرما کر شرفِ قرابت سے نوازا اوران کا ارتداد (معاذ اللہ) صراحۃً کہیں ثابت نہیں اور دیگر منافقین کی طرح ان کو کبھی منافق بھی نہیں بتایا گیا اور نہ کوئی ثابت کرسکتا ہے، بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ ھَادِیًا وَّمَھْدِیًّا۔

پھر بعد وفات سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فتح مکہ معظّمہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد میں جانا اور بموجب پیشنگوئی اس جہاد میں حضرت اُمِ حرام بنت ملحان کا شہید ہونا بخاری شریف جلداول کے صفحہ ۳۹۳ پر اظہر من الشّمس ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهٖ اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ نَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا قَرِیْبًا مِّنِّیْ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ یَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ مَااَضْحَکَکَ

ل اُناس" مِنْ اُمّتِیْ عُرِضُوا عَلَیَّ یَرْکَبُوْنَ ھٰذَا الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ کَالْمُلُوْکِ عَلٰی
لْاَسِرَّۃِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَدَعَا لَھَا ثُمَّ قَامَ الثَّانِیَۃَ فَفَعَلَ مِثْلَھَا
فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِھَا فَاَجَابَھَا فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَقَالَ اَنْتِ مِنَ
اْلاَوَّلِیْنَ فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِھَا عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِیًا اَوَّلَ مَا رَکِبَ
الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِیَۃَ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوَتِھِمْ قَافِلِیْنَ فَنَزَلُوْا الشَّامَ
فَقُرِّبَتْ اِلَیْھَا دَابَّۃٌ" لِتَرْکَبَھَا فَصَرَعَتْھَا فَمَاتَتْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا۔

(ترجمہ): حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خالہ اُمِ حرام بنت ملحان
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ میری خالہ فرماتی ہیں کہ ایک دن مجھ سے کچھ
قریب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم سو گئے اور پھر ہنستے ہوئے جاگے، میں نے
عرض کیا حضور! ہنسنے کا باعث کیا ہے؟ فرمایا: بہت سے آدمی میری امت سے مجھ پر پیش کیے
گئے کہ وہ اس بحر اخضر پر سوار ہو کر جا رہے ہیں، جیسے بادشاہ تختوں پر ہوں، حضرت ام حرام
فرماتی ہیں، میں نے عرض کی، حضور! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان سے کرے، حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ تعالیٰ وسلم نے دعا کی، پھر سو گئے اور اسی طرح ہنستے ہوئے اٹھے، پھر حضرت اُمِ حرام نے
وہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر حضرت اُمِ حرام نے عرض کی کہ دعا کیجئے
اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کرے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو پہلے غازیوں میں
ہو چکیں، چنانچہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسلمان اول مرتبہ جہاد
کرنے کو بحر اخضر پر چلے، حضرت ام حرام بھی اس جہاد میں اپنے خاوند حضرت عبادہ ابن
صامت کے ساتھ تشریف لے گئیں، جب جہاد سے واپس لوٹے اور شام میں اقامت کی
حضرت ام حرام کی طرف ان کی سواری کا جانور، جب ان کی سواری کیلئے قریب کیا تو اس
جانور نے آپ کو گرا دیا اور اسی صدمہ سے وفات پائی اور بموجب ارشاد حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم داخل زمرۂ شہداء میں ہوئیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد فتح مکہ
جہاد بھی کیا اور اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ بھی کیا اور ان کا جہاد شرعاً بموجب آیۂ

کریمہ'' مِنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی '' عنداللہ مقبول تھا۔ جس کی خبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہلے دیدی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد معتبر نہ مانا جائے تو حضرت اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت غیر معتبر رہے گی۔ علاوہ بریں (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی)۔

اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں یہ حدیث صحیح مسلم شریف (۳۰۴/۲) میں وارد ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَایَنْظُرُوْنَ اِلٰی اَبِیْ سُفْیَانَ وَلَایُقَاعِدُوْنَہٗ فَقَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ ثَلَاثٌ اَعْطِنِیْھِنَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ الْعَرَبِ وَاَجْمَلُہٗ اُمُّ حَبِیْبَۃَ بِنْتُ اَبِیْ سُفْیَانَ اُزَوِّجُکَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِیَۃُ تَجْعَلُہٗ کَاتِبًا بَیْنَ یَدَیْکَ قَالَ نَعَمْ وَتُؤَمِّرُنِیْ حَتّٰی اُقَاتِلَ الْکُفَّارَ کَمَا کُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بعد اسلام ابوسفیان سے تمام مسلمان حضرت ابوسفیان سے بوجہ ان معاملات کے جو حالتِ کفر میں سرزد ہوئے تھے، کنارہ کش رہتے تھے۔ لہذا ابوسفیان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: کہ تین گزارشیں ہیں جو پیش کرتا ہوں: فرمایا: اچھا کہو! عرض کی میرے پاس میری لڑکی اجمل نساء عرب سے ہے، اسے اپنے عقد میں قبول فرمالیں۔ فرمایا: اچھا اور عرض کیا، میرے بیٹے معاویہ کو کاتب وحی مقرر فرمالیں۔ فرمایا: اچھا! اور عرض کیا کہ مجھ کو امیر لشکر بنادیں، تاکہ جس طرح مسلمانوں کے مقابلہ میں مقاتلہ کیا تھا، اسی طرح کفار سے مقاتلہ کروں۔ آپ نے تینوں باتیں منظور فرمائیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں: فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا الآیۃ سے واضح کردیا گیا، کہ باغی داخل زمرۂ مؤمنین رہتا ہے اور دونوں باہم لڑنے والے مومن۔ یعنی مومن باغی اور غیر باغی مصداق اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ہی کہلائیں گے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مخالفت کے وقت ''اِخوَانُنَا بَغَوا عَلَینَا'' ہی فرمایا، یعنی ہمارے بھائی ہم سے منحرف ہو گئے اور ظاہر ہے کہ صحابی بالاتفاق وہی ہو سکتا ہے جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایمان کے ساتھ دیکھا ہو اور پھر ایمان پر قائم رہا ہو۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آزاد صاحب صحابۂ کرام کے فضائل میں ایک جگہ ''ھُمْ جُلَسَاءُ الرَّحْمٰنِ لَایَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ'' بھی کہہ گئے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جی بھر کے جو کچھ چاہا، برا بھلا بھی لکھ گئے اور محدثین کرام کا بھی اس امر پر اتفاق ہے ''اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْل'' اور باایں ہمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرح کوئی بھی محقق نص قطعی کے ساتھ زمرۂ صحابہ سے خارج نہیں کر سکتا۔

اب رہیں بعض آحاد روایتیں اور تاریخی خبریں جو نصوص کے صریح مخالف ہیں، ان پر اعتبار کر کے حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں آزاد صاحب ہی کی ہمت ہے کہ انہیں فاسق وفاجر اور جو چاہیں وہ اتنا لکھ دیں کہ ایک کالم پُر ہو جائے۔ چنانچہ ۲۱ رجمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ چہارشنبہ کے الہلال میں خوب لکھ لکھ کر کالم سیاہ کیا ہے۔ مگر انصاف ہوتا تو کم از کم لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی کو دیکھتے جس کے صریح معنی ان دونوں جماعتوں کو بری کر کے ان کے لئے وعدۂ حسنیٰ کی بشارت دے رہے ہیں۔ وہ دونوں جماعتیں وہی ہیں جن میں سے ایک نے قبل فتح مکہ مقاتلہ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان واری، یہ حضرت علی اور ان کی جماعت والے ہیں۔ دوسری وہ جو بعد فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہوئی اور جان نثار کی۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہی ہیں۔

پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ھٰذَا کِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ

يَحْزَنُوْنَ۔ اُولٰئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

یعنی یہی کتاب تصدیق کرنے والی زبان عربی میں ہے تاکہ ڈراوے ظالموں کو اور خوشخبری دے پرہیزگاروں کو۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر استقامت کی۔ انہیں نہ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے، یہی ہیں جنت والے ہمیشہ رہیں گے اس میں بعوض اپنی نیکی کے۔

کیا اس کے مصداق حضرت امیر معاویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں ہو سکتے، اور پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نہیں، بلکہ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فقہاء صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کی ادنیٰ شکایت سے منع کرتے اور انہیں فقہاء صحابہ میں شمار کرتے تھے۔ چنانچہ مناقب صحابہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِىْ مُلَيْكَةَ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَّعِنْدَهٗ مَوْلٰى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد عشاء حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد شدہ غلام کے سامنے ایک رکعت وتر ادا کی، انہوں نے سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ وہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔

پھر دوسری سند سے نقل کرتے ہیں:

قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَّكَ فِىْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ فَاِنَّهٗ فَقِيْهٌ"۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی حضرت امیر کو صحابی اور مجتہد مان کر ان پر اتنا اعتراض بھی روا نہیں رکھتے۔ پھر کس طرح یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ بعض اقوال مورخین کی بنا پر ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کچھ

لب کشائی کریں۔ اصل یہ ہے کہ اصول اسلام چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ ان میں سے قرآن وحدیث تو وہ دو اصل ہیں جن کے حجت ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ بلکہ حدیث میں بھی باعتبار سند اگرچہ ایک فرقہ کو دوسرے پر گنجائش کلام ہے، مگر قرآن مجید میں تو کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔

پھر قرآن مجید کی صریح آیت "یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ اور "اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ" اور "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" بلا استثناء تمام صحابہ کرام کی تعریف میں ہیں۔ اور "هُمْ جُلَسَآءُ الرَّحْمٰنِ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ" کو آزاد صاحب خود مانتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام جلساء رحمان ہیں اور اچھوں کا جلیس بد بخت نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ معلوم کیا عناد ہے؟ جو ان کو اس اصول سے خارج سمجھا گیا۔ اور

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْۢ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ۔

حدیث صحیح ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے معاملہ میں۔ انہیں تم نشانہ ملامت نہ بنانا، میرے بعد ان کی محبت میری محبت ہے اور ان سے بغض مجھ سے بغض کرنا ہے۔

پھر آزاد صاحب بموجب احادیث صحیحہ یہ بھی مان رہے ہیں کہ بعض لوگ صحابہ کرام کی بعض لغزشوں کی گرفت کریں گے۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ تم اُن سے میرے صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے محبت رکھنا اور ہدف سہام ملامت نہ بنانا، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ گالی دو میرے اصحاب کو، نہ گالی دو میرے اصحاب کو۔ قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے! اگر تم اُحد

پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے مُدّ خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

دوسری حدیث میں ہے، صحیح مسلم صفحہ ۳۱۰ جلد دوم:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ کَانَ بَیْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ وَبَیْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ شَیْئٌ فَسَبَّہٗ خَالِدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوْا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ جو پہلی حدیث کے قریب قریب ہم معنی ہے۔

بناءً علیہ علامہ امام نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ سَبَّ الصَّحَابَۃِ حَرَامٌ مِّنْ فَوَاحِشِ الْمُحَرَّمَاتِ سَوَاءٌ مَّنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْھُمْ وَغَیْرَہٗ لِاَنَّھُمْ مُجْتَھِدُوْنَ فِیْ تِلْکَ الْحُرُوْبِ وَمُتَاوِّلُوْنَ کَمَا اَوْضَحْنَاہُ فِیْ اَوَّلِ فَضَائِلِ الصَّحَابَۃِ۔

جان لو کہ صحابۂ کرام کو برا کہنا حرام ہے۔ فحش ترین محرمات سے ہے، خواہ وہ باہمی لڑائی کے فتنوں میں شریک ہوئے ہوں۔ اس لئے کہ یہ لڑائی بمقتضاء ان کے اپنے اپنے اجتہاد کے تھی۔

سبّ صحابہ حرام ہے

جب احادیث مذکورہ سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ پھر کس قدر بے انصافی اور کج فہمی ہے کہ احادیث و آیات قرآن کے مقابلہ میں محض تاریخ کا اتباع کر کے جو مدتوں بعد مختلف فرقۂ ضالہ روافض و خوارج وغیرہ کے ہاتھ میں رہ کر پھلیں، سبّ صحابہ اور توہین معاویہ کو جائز رکھا جائے؟ کیا کوئی یہ اصول ثابت کر سکتا ہے کہ قرآن و حدیث صحیح کے مقابلہ میں کبھی کسی طرح خبر تاریخ ترجیح پا سکتی ہے؟

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آیۂ مذکورہ "لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ" سے تمسک فرماتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاطی فی الاجتہاد اور مستحق ایک اجر کا مانا ہے اور اسی بناء پر تمام محدثین بلا استثناء "وَالصَّحَابَۃُ

لُهُم عَدُول'' یعنی صحابہ تمام عادل ہیں، مان رہے ہیں۔ اور بوقت جرح وتعدیل کبھی
سی صحابی کے متعلق عدل وفسق کی نسبت کلام نہیں کرتے۔

ہاں! اتنا ضرور ہے کہ حدیث متفق علیہ صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث سے حضرت
یر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس جماعت پر سردار ہونا ثابت ہوتا ہے جس کو فضل حضرت
ار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جماعت باغیہ اور داعی الی النار فرمایا، مگر اس جماعت میں تو
ضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بڑے بڑے اکابر صحابہ عشرہ مبشرہ بھی موجود تھے،
گروہ اس جماعت سے مستثنیٰ مانے جاتے ہیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی
ف ملامت بنانے سے زبان روکنی پڑے گی۔ اس لئے کہ ان کے فضائل میں بھی بہت سی
وایات صحیحہ موجود ہیں۔

چنانچہ سیرۃ حلبی میں ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمَّا كَانَ عَامُ الْحُدَيْبِيَةِ وَقَعَ
لْإِسْلَامُ فِيْ قَلْبِيْ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِأُمِّيْ فَقَالَتْ اِيَّاكَ اَنْ تُخَالِفَ اَبَاكَ
يَقْطَعُ عَنْكَ الْقُوْتَ فَاَسْلَمْتُ وَاَخْفَيْتُ اِسْلَامِيْ فَقَالَ لِيْ يَوْمًا اَبُوْسُفْيَانَ
كَاَنَّهُ شَعَرَ اِسْلَامِيْ وَاَخُوْكَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَهُوَ عَلٰى دِيْنِيْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ
ظْهَرْتُ اِسْلَامِيْ فَلَقِيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَنِيْ وَكَتَبْتُ لَهُ اَیْ بَعْدَ اَنْ
سْتَشَارَهُ فِيْهِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اسْتَكْتِبْهُ فَاِنَّهُ اَمِيْنٌ'' وَاَرْدَفَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَلْفَهُ فَقَالَ مَا يَلِيْنِيْ مِنْكَ قُلْتُ بَطْنِيْ قَالَ اَللّٰهُمَّ
مْلَاهُ عِلْمًا وَحِلْمًا۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
للّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ زَادَفِيْ
وَايَةٍ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ۔

وَعَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ

لِمُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّمَھْدِیًّا وَّ اھْدِہٖ وَ اھْدِبِہٖ وَلَاتُعَذِّبْہُ۔

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس سال مقام حدیبیہ تک حضور بغرض اداء عمرہ تشریف لائے تھے۔ دل سے تو میں مسلمان ہو چکا تھا لیکن جب میں نے یہ حال اپنی والدہ سے کہا تو انہوں نے مجھے ڈرایا اور کہا، خبردار! ایسا خیال نہ کر، ورنہ تیرا باپ اس مخالفت پر تیرا کھانا بند کر دے گا، میں نے اسلام خفیہ رکھا لیکن ابوسفیان قرینہ سے تاڑ گئے اور مجھ سے کہنے لگے، تیرا بھائی تجھ سے اچھا ہے کہ وہ میرے دین پر ہے، آخرش، بعد فتح مکہ اپنا اسلام ظاہر کر کے حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مرحبا کہا اور جبرائیل امین علیہ السلام سے مشورہ فرما کر مجھے اپنا کاتب مقرر فرمایا۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرکب پر پیچھے سوار تھا کہ حضور نے فرمایا: تیرا کون سا عضو میرے قریب ہے، میں نے عرض کیا پیٹ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! اس کے پیٹ کو علم وحلم سے پُر کر دے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاویہ کیلئے یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا دے اور عذاب سے محفوظ رکھ اور شہروں پر قدرت عطا فرما۔

اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے یہ دعا کرتے سنا، اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ رکھ او. ہدایت کرنے والا بنا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔

اور صحیح مسلم شریف میں تو یوں بھی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا لِمُعَاوِیَۃَ یَامُعَاوِیَۃُ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ وَتُزَاحِمُنِیْ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَیْہِ الْوُسْطٰی وَالَّتِیْ تَلِیْھَا، تُذْکَرُ اَنَّہٗ کَانَ عِنْدَہٗ قَمِیْصُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِزَارُہٗ وَرِدَائُہٗ وَشَیْئٌ مِّنْ شَعْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَمَوْتِہٖ کَفِّنُوْنِیْ فِی الْقَمِیْصِ وَاَدْرِجُوْنِیْ فِی الرِّدَاءِ وَ اَزِّرُوْنِیْ بِالْاِزَارِ وَاحْشُوْ

مَنْخِرِیْ وَشِدْقِتِیْ مِنَ الشَّعْرِ وَخَلُّوْابَیْنِیْ وَبَیْنَ اَرْحَمِ الرَّاحِمِیْنَ وَقَدْقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَامُعَاوِیَةُ اِذَامَلَکْتَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ——— اور ضرور ملے گا تو مجھ سے دروازہ جنت پر مثل ان دو انگلیوں کے اور آپ نے کلمہ اور بڑی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قمیص مبارک اور چادر اقدس اور تہبند شریف اور موئے مبارک تھے، چنانچہ آپ نے بوقت انتقال وصیت فرمائی کہ مجھے اس قمیص مبارک میں کفنا کر، تہبند شریف باندھ دینا اور رداء مبارک میں لپیٹ دینا اور میرے نتھنوں اور منہ میں موئے مبارک لگا کر ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا اور حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاویہ! جب تو میری امت پر حاکم ہو تو خدا کا خوف کرنا اور عدل کرنا۔

بنابریں صاف ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت طلحہ و زبیر اس لفظ باغیہ اور داعی الی النار سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بری ہیں۔ اور اسکے مصداق وہی جماعت مفسدہ ہے جو علاوہ صحابہ کے دنیا طلبی کی وجہ سے شریک تھی۔ جو دل سے حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے دشمن تھے اور رہے۔

اور بفرض غلط اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بموجب حدیث مذکور باغی ہی مان لیا جائے تو باتفاق فقہاء باغی کی شہادت مقبول ہوتی ہے اور فاسق کی غیر مقبول۔ اندریں صورت بھی شان معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فاسق فاجر کا لفظ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید اس دعوے کا مؤید ہے، بعد بیان صفات اہل ایمان ارشاد ہے:

وَلٰکِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ

بَغَتْ اِحْدٰاهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

ترجمہ:۔لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو، پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کرادو۔ اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد ترجمہ سمجھ کر ناظرین فیصلہ کریں، کہ کیا معاذ اللہ! اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قلبی حالات سے اس وقت بے خبر تھا۔ اگر کہیے کہ بے خبر تھا تو معاملہ اسلام ہی ختم ہے اور اگر کہیے کہ بے شک وہ تمام قلوب کا جاننے والا ہے تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ضرور اس جھگڑے میں کوئی خاص مصلحت تھی جس کو خدا جانتا ہے یا خدا والے۔ ورنہ اگر خدا چاہتا تو ان جھگڑوں کو روک دیتا، مگر اس واقعہ کی خبر تو حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل از وقوع فرما چکے تھے۔

بخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَۃٌ"۔

علامہ عینی شرح ہذا میں فرماتے ہیں۔قَوْلُهٗ فِئَتَانِ اَیْ جَمَاعَتَانِ وَهُمَا فِئَۃُ عَلِیٍّ وَفِئَۃُ مُعَاوِیَۃَ ابْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا وَقَوْلُهٗ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَۃٌ "اَلْمُرَادُ بِالدَّعْوَی الْاِسْلَامُ عَلَی الْقَوْلِ الرَّاجِحِ وَقِیْلَ الْمُرَادُ اعْتِقَادُ کُلٍّ مِّنْهُمَا اَنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ وَصَاحِبُهٗ عَلَی الْبَاطِلِ بِحَسْبِ اجْتِهَادِ هِمَا وَفِیْهِ مُعْجِزَۃٌ "لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الدَّاوُدِیُّ هَاتَانِ الْفِتَنَتَانِ هُمَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَصْحٰبُ الْجَمَلِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دو ایسی جماعتیں قتل وقتال کریں جن کا دعویٰ ایک ہوگا۔ (یعنی دونوں مسلمان ہوں گے) علامہ عینی بقول راجح فرماتے ہیں: ان دونوں جماعتوں سے مراد جماعت علی اور جماعت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے اور بعض کا قول ہے کہ: دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ" سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنی حقانیت کا بموجب اپنے اپنے اجتہاد کے دعویدار ہو، اور اس پیشینگوئی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، داودی فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ دو فریق سے مراد حدیث میں اصحابِ جمل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیہ وَاِنْ طَائِفَتَانِ میں فرمادیا کہ یہ لڑنے والے بربنا نفسانیت نہیں ہوسکتے، بلکہ مومن ہوں گے اور ایمان کو دوست رکھنے والے اور فسق وفجور سے متنفر اور محض اجتہادی خطا سے لڑیں گے، لہذا ان میں صلح کرادو۔ اور جب وہ حکم خدا کی طرف پھر آئے تو دونوں میں عدل کے ساتھ انصاف کرو اور اللہ منصفوں کو محبوب رکھتا ہے اور مومن مومن بھائی بھائی ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے مقدس صحابی فضائل امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر ان کے ساتھ ہوگئے اور حضرت معاویہ جیسے خداترس صحابی حدیث اِذَا مَلَکْتَ فَاتَّقِ اللّٰهَ پر خیال کر کے طالب خلافت ہوگئے اور اپنی خطاء اجتہادی کے سبب سے حضرت شیر خدا سے لڑنے کھڑے ہوگئے اور حضرت عمار بن یاسر جیسے صحابی احادیث فضائل سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر اور ان کی اجتہادی قوت کو مدنظر رکھ کر ان کے ساتھ ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کو تیار ہوگئے۔ اور میں بھی اپنے دل سے جب (رائے دریافت) استمزاج کرتا ہوں، تو اسی نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اگر میں اس وقت ہوتا تو حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوتا اور ایک تیسری جماعت صحابہ تھی جو دونوں کی صحابیت وحقانیت پر نظر ڈالتے ہوئے مضطرب ہو کر گوشہ نشین ہوگئے۔

پھر فیصلہ بھی اس شان سے ہوا

کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھڑے ہونے کی وجہ اس حدیث کو پایا تو بمقتضاء بکمال حقانیت آپ نے فرمایا: کہ اگر ہم کو پہلے سے اس حدیث کا علم ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے۔ اور یہی حال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظر آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مقابلے میں کھڑے ہیں، بظاہر جماعت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے پورا مقابلہ ٹھنا ہوا ہے مگر ایک شخص جماعت معاویہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کے ایک شخص کا سر لایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

چنانچہ یہ مضمون ابوالفداء میں موجود ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے ایک شخص جرموز نامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر لایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناراض ہو کر فرمایا: میں نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے: ''قَاتِلُ الزُّبَيْرِ فِي النَّارِ'' یہ حدیث مختلف سندوں سے مسند امام احمد بن حنبل، جلد اول کے صفحہ ۸۹ اور صفحہ ۱۰۲ میں موجود ہے اور لطف یہ کہ خود حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے حضرت زبیر کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور پھر باوجود اس کے حضرت علی اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما برحق تھے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی فی الاجتہاد۔ مگر اس صلح کو بموجب حکم کلام اللہ حق معاویہ میں قبول فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو پورا کر کے دکھا دیا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہزادۂ عالم جناب امام حسن سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرمایا تھا:

اِنَّ اِبْنِی هٰذَا يَعْنِی الْحَسَنَ سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللّٰهُ تَعَالٰی بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

بے شک یہ میرا بیٹا یعنی حسن سید ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ بسبب اس کے

دو مومنوں کی جماعت میں صلح کرادے گا۔

اور یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ بموجب پیشین گوئی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''اِذَا مَلَکْتَ یَامُعَاوِیَۃُ اَمْرَ اُمَّتِیْ فَاتَّقِ اللّٰہَ وَاعْدِلْ۔'' حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ ہونا تو لابدی ہی تھا مگر امیر معاویہ کی خطا اجتہادی تھی تو صرف اتنی سی بات میں کہ بوجہ معمر ہو جانے کے قبل از وقت طالب خلافت ہو گئے اور باہم کچھ جنگ وجدال ہوا مگر نہ اتنا جتنا کہ بعض مورخوں نے عبارت آرائی کرنے کو رنگ کر دکھایا ہے۔ بلکہ اس لڑائی کو اگر نظر حق بیں سے دیکھا جائے تو باہم بطریق چشم نمائی تھی۔ اور نہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جماعت معاویہ سے کسی کا قتل کرنا مقصود تھا، نہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جماعت علی کو قتل کرنا مد نظر۔ کَمَا ھُوَ ظَاھِرٌ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ الْمَذْکُوْرَۃِ

اور بخاری شریف جلد اول مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ کے صفحہ ۳۷۲ میں ایک مفصل حدیث ہے جو ہمارے دعویٰ کو بطریق واضح بیان کر رہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ (یعنی) یَقُوْلُ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰہِ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مُعَاوِیَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِکَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُوبْنُ الْعَاصِ اِنِّیْ لَاَرٰی کَتَائِبَ لَاتُوَلِّیْ حَتّٰی تَقْتُلَ اَقْرَانَھَا فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ وَکَانَ وَاللّٰہِ خَیْرَ الرَّجُلَیْنِ اَیْ عَمْرُو اِنْ قَتَلَ ھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ مَنْ لِّیْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ مَنْ لِّیْ بِنِسَائِھِمْ مَنْ لِّیْ بِضَیْعَتِھِمْ فَبَعَثَ اِلَیْہِ رَجُلَیْنِ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَۃَ وَعَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَامِرٍ فَقَالَ اذْھَبَا اِلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَیْہِ وَقُوْلَا لَہٗ وَاطْلُبَا اِلَیْہِ فَاَتَیَاہُ فَدَخَلَا عَلَیْہِ فَتَکَلَّمَا وَقَالَا لَہٗ وَطَلَبَا اِلَیْہِ فَقَالَ لَھُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّا بَنُوْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ قَدْ اَصَبْنَا مِنْ ھٰذَا الْمَالِ وَاِنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ قَدْ عَاثَتْ فِیْ دِمَائِھَا قَالَا فَاِنَّہٗ یَعْرِضُ عَلَیْکَ کَذَا وَکَذَا وَیَطْلُبُ اِلَیْکَ وَیَسْاَلُکَ قَالَ فَمَنْ لِّیْ بِھٰذَا قَالَا نَحْنُ لَکَ بِہٖ فَمَا سَاَلَھُمَا شَیْئًا اِلَّا قَالَا نَحْنُ لَکَ بِہٖ فَصَالَحَہٗ

قَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ اَبَابَكْرَةَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ اُخْرٰى وَيَقُوْلُ اِنَّ اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری سے سنا، فرماتے تھے قسم ہے خدا کی! معاویہ مقابلہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جب بہت سارے لشکر مثل پہاڑوں کے لے آئے۔ عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے لشکر اتنے ہیں کہ اب تو جانب مخالف کا سر توڑے بغیر پیٹھ نہ پھیریں گے، یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خدا کی قسم! عمرو بن عاص سے بہت بہتر تھے۔ فرمایا: اے عمرو! اگر انہوں نے اُن کو قتل کیا اور اُنہوں نے اِن کو قتل کیا تو کون میرے لئے ضامن ہوتا ہے لوگوں کے کاروبار سنبھالنے کا اور ان کی عورتوں کے انتظام کا اور ان کے بچوں کی پرورش کا؟ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دو آدمیوں کو بھیجا۔ جو قبیلہ قریش سے بنی عبدشمس کی شاخ سے تھے، جن میں سے ایک کا نام عبدالرحمٰن بن سمرہ اور دوسرا عبداللہ بن عامر تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں اس مرد مبارک کی خدمت میں جاؤ اور میرا مدعا ان پر پیش کرو، اور ان سے بات کر کے خلافت کی درخواست کرو، لہٰذا وہ دونوں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور دونوں نے کچھ باتیں حسب مصلحت کر کے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طالب خلافت ہوئے۔ اس کے جواب میں ان دونوں سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ ہم بنی عبدالمطلب ہیں اور اس مال سے حصہ ہم کو پہنچتا ہے اور یہ جماعت اپنے خونوں میں لوٹ رہی ہے، ان دونوں نے عرض کی، وہ آپ کے اوپر ایسے ایسے امور پیش کر رہے ہیں، (جس کا خلاصہ تاریخ الخلفاء سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ مجھ

کو امر خلافت سپرد کردو، تا کہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد میں امر خلافت پھر اخیر میں تمہارے ہی سپرد کردوں گا) اور وہ تو آپ سے بطیب خاطر مانگتے ہیں۔ حضرت امام حسن نے یہ سن کر فرمایا: کہ اس بات کا ضامن کون ہوتا ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم اس کے علاوہ جو کچھ بھی شرائط تفویض خلافت کے، حضرت امام حسن نے پیش کیے، یہ دونوں اس کے جواب میں کہتے رہے، ہم اس کے ضامن ہیں۔ لہذا حضرت امام حسن نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ صلح نتیجہ اس حدیث کا تھا جو میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے سنی تھی۔ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ منبر پر رونق افروز ہیں حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ایک جانب جلوہ فرما ہیں، کبھی آپ لوگوں کی طرف منہ کرتے ہیں اور کبھی حضرت امام حسن کی طرف اور فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ میرا بیٹا سردار ہے اور بے شک اس کے ذریعہ سے اللہ دو بڑی جماعت کے مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں

اور دعا کرتا ہوں اللہ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ ہمیں خالص ومخلص محب اہل بیت بنائے اور جھوٹے دعویدارانِ محبت کے افعال واقوال واعتقاد سے محفوظ رکھے اور ہر صحابی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت میں رکھ کر سب وشتم سے مجتنب رکھے۔ آمین ثم آمین بحرمة النبی الامین علیه وعلى آله واصحابه الصلاة والتسليم ۔

چونکہ منصف کیلئے یہ عجالہ کافی ہے اور ضدی سخن پرور کے لئے دفتر بھی ناکافی، اس لئے برادرانِ اسلام سے درخواست کرتا ہوں کہ بنظر انصاف اس کا مطالعہ کر کے اہل بیت کرام اور صحابۂ کرام کے بارے میں اپنا عقیدہ درست کریں۔

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقیں سید المتقین
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ
حُلّہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام
مرتضٰے شیر حق اشجع الاشجعین
ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت عاشقِ رسول شاہ احمد رضا محدث بریلوی